مجلہ علوم اسلامیہ

ہجرت نبوی اور اسلامی معاشرہ کی تشکیل

☆ ثریا ڈار

اسلامی انقلاب کی عظیم الشان جدوجہد میں ہجرت کو اہم مقام حاصل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلامی کی تئیس (۲۳) سالہ تاریخ میں ہجرت ایک ناگزیر مرحلہ ہے۔ افسوس کہ مورخین نے ہجرت کو صرف مسلمانوں پر کفار کے ظلم و ستم کے نتیجے میں ایک افتاد کی حیثیت دی ہے۔ میرے خیال میں ہجرت جذبہ اسلامی کو زندہ رکھنے کا عمدہ طریقہ ہے اور اسلامی دعوتوں کے ساتھ ہجرتوں کا سلسلہ مربوط ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اسلامی تحریک کے لیے ہجرت کا حقیقی امکان وہیں پیدا ہوتا ہے جہاں اسے کسی جابر اور متشدد طاغوت سے واسطہ پڑے اور جب تک اس طاغوت وقت سے کھلم کھلا تصادم نہ ہو اس وقت تک ہجرت اور جہاد بالسیف کے مراحل درپیش نہیں آتے اور اگر کبھی مسلمانوں نے جہادی سرگرمیوں کا آغاز کیا تو وہ صرف اس لیے کہ وہاں ہجرت کے مراحل درپیش رہے۔ لہٰذا ہجرت کے ساتھ جہاد بھی ضروری ہے اور جہاد کے بغیر نہ طاغوت کی جڑیں اکھڑ سکتی ہیں اور نہ ہی دین کے خادم کسی طاقت وقوت کے بغیر اللہ کے قوانین کا اجراء اور نفاذ کر سکتے ہیں۔ ہجرت اور جہاد کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ قرآن پاک میں جہاں کہیں ہجرت کا لفظ آیا ہے وہاں اس کے ساتھ "فی سبیل اللہ" کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

احیاء اسلام کے فرض کو ادا کرنے کے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ ہم اپنی جدوجہد کی حیثیت اور سمت سے آگاہ ہوں اور ہمیں اپنی اور مد مقابل قوتوں کی گہرائی کا شعور ہو جبتک ہم اپنی پستی اور تباہی کے اسباب کا تعین نہ کریں کہ جنہوں نے دنیا کی رہنما قوم کو دنیا کی پسماندہ قوم بنا دیا ہے اس وقت تک ہمارے لیے اپنی جدوجہد کے لیے صحیح رخ متعین کرنا ناممکن ہے۔

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ عربی، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

ہر اسلامی تحریک دراصل اطاعت الٰہی اور بندگی رب کی تحریک ہوتی ہے اور خدا کے بندوں کو خدا کی بندگی اور اطاعت کی دعوت دینا ہی اسکا مشن اور نصب العین ہوتا ہے۔ جب انسانی معاشرہ خدا سے سرکشی، خالق کائنات سے بے تعلقی، فرض ناشناسی، جبرو تشدد، ظلم وستم، مادہ پرستی اور ظاہر پرستی کا شکار ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس معاشرے کا سامان کرتا ہے۔ لہٰذا کمزوروں اور مظلوموں کی دستگیری کے لیے ہی اسلامی تحریک وجود میں آتی ہے۔

ابتدائے آفرینش سے یہ اللہ تعالیٰ کی سنت چلی آرہی ہے کہ جب کوئی قوم کفروالحاد میں حد اعتدال سے تجاوز کر جاتی ہے تو رحمت الٰہی ان کی ھدایت کے لیے پیغمبر، رسول اور نبی بھیجتی ہے جو اپنی تبلیغ سے ان کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب وہ گمراہ قوم ان رسولوں کی تبلیغ پر کوئی توجہ نہیں دیتی اور معجزے طلب کرنا شروع کر دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اتمام حجت کے لیے اپنے نبی یا رسول کو معجزات عطا فرما دیتے ہیں۔ پھر جو قوم معجزات دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہ لائے وہ عذاب الٰہی کی مستحق ٹھہرتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان پر طرح طرح کے عذاب نازل کرکے ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیتا ہے اور ان کی جگہ ایسی قوم پیدا کرتا ہے جو اسکی اطاعت گزار ہو جیسا کہ قوم نوح، عاد اور ثمود وغیرہ کے حالات قرآن پاک میں بیان کیے گئے ہیں اور جیسا کہ سورہ الفرقان آیت ۳۷ تا ۴۱ سے ظاہر ہے۔

قرآن پاک سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا سرچشمہ اور مستند مرجع ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

"کان خلقہ القرآن"۱

(آپ کا اخلاق قرآن تھا)

قرآن پاک یکبارگی نازل نہیں ہوا بلکہ یہ تئیس (۲۳) سال کے عرصے میں بتدریج نازل ھوا۔ نزول وحی کا آغاز اس وقت ھوا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس سال کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی چالیس سالہ زندگی کے بارے میں قرآن پاک خاموش نہیں ھے۔ قرآن پاک نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی زندگی سے لے کر بعثت ونبوت تک بلکہ مجموعی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری کی زندگی پر بھی ان الفاظ میں تبصرہ کرتا ہے۔

"وانک لعلی خلق عظیم"

(بیشک آپ اخلاق حسنہ کے اعلیٰ پیمانے پر ہیں)۲

کیونکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل و محرک صرف قرآن پاک تھا۔

ہجرت رسول کا واقعہ سیرت کا ایک انتہائی باب ہے۔ ہجرت کے لغوی معنی جدائی، علیحدگی اور ترک تعلق کے ھیں "ہجرت" لفظ "ہجر" سے ماخوذ ہے اور یہ وصل کی ضد ہے"۳

قرآن پاک کی سورہ النساء میں ایک مقام پر ارشاد الٰہی ہے کہ "**من یهاجر فی سبیل اللّٰه یجد فی الارض مرغما کثیرا وسعته ومن یخرج من بیته مهاجرا الی اللّٰه ورسوله ثم یدرکه الموت فقد وقع اجره علی اللّٰه**"۴

(جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے گا تو اس کو روئے زمین پر جانے کی بہت جگہ ملے گی اور بہت گنجائش اور جو شخص اپنے گھر سے اس نیت سے نکل کھڑا ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کروں گا پھر اسکو موت آپکڑے تب بھی اس کا ثواب اللہ کے ذمے ثابت ہو گیا۔)

قرآن پاک میں ہجرت کے ساتھ "فی سبیل اللہ" کے الفاظ استعمال ہوئے ھیں۔ اسکی تشریح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسطرح فرمائی کہ:

"**انما الاعمال بالنیات" فمن کانت هجرته الی دنیا یصیبها او الی امراة ینکحها فهجرته الی ما هاجر الیه ومن کانت هجرته الی اللّٰه ورسوله فهجرته الی اللّٰه ورسوله**"(۵)

(اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ جس کی ہجرت دنیا کے لیے ہے تو وہ اسی کو پائے گا یا پھر کسی عورت کے لیے ھے کہ وہ اس سے نکاح کریگا تو اس کی ہجرت اس چیز کی طرف ہے جس طرف اس نے ہجرت کی اور جس کی ہجرت اللہ اور اسکے رسول کے لیے ہے تو اسکی ہجرت اللہ اور اسکے رسول کے لیے ہوگی)

جب رسالت کا منصب عظیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا گیا تو ماحول سخت مخالف ومعاند تھا۔ جنگجو اور گرم مزاج اقوام کے افراد عام طور پر قدیم عقائد کے خلاف کسی بھی تحریک پر بھڑک اٹھتے تھے ان کی مخالفت کی تشنگی خون بہائے بغیر نہیں بجھتی تھی۔ عرب اور بالخصوص مکہ کے باشندوں میں بت پرستی، اوھام پرستی، عقائد باطلہ اس قدر رچ بس چکے تھے کہ ان کو خدائے واحد کا تصور اور دعوت توحید بالکل اجنبی اور نامانوس محسوس ہوئی۔ یادگار خلیل اور مرکز توحید خانہ کعبہ ۳۶۰ بتوں سے آلودہ اور اسکی چھت پر بت اعظم "ھبل" تک نصب تھا۔ سردار قریش حرب بن امیہ سالار اعظم جنگ فجار، ابو سفیان سردار بنو امیہ، بنو ھاشم میں آپ کے چچا ابو لھب اور قبیلہ سلیم کا معزز سردار عاص بن وائل دعوت الٰہی کے سخت ترین مخالف تھے۔

—— قریش نے اپنی دعوت اور سرداری کے سبب اپنے حقیقی سردار کو پہچان لینے کے باوجود

دھرمی سے کام لیا اور مخالفت ومزاحمت کا بازار گرم کردیا۔ جنسی لذتوں کی آزادی اور بے لگامی سے تسکین کرنے والے جوا شراب میں ڈوبے' قتل وغارت گری میں مصروف و منہمک معاشرے اور بگڑے ہوئے سماج کو توحید' صحت عقائد' پرہیز گاری' تقویٰ' خدا ترسی' رحم دلی' غلاموں سے حسن سلوک اور کمزوروں پر رحم کی تعلیم ایک چیلنج ہی نہیں' سخت ترین چیلنج تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم انسانی فطرت کے عین مطابق تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم لوگوں کے دلوں میں آہستہ آہستہ گھر کرنے لگی اور مسلمانوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ ان کی بڑھتی ہوئی تعداد مشرکین مکہ کے لیے اشتعال کا باعث بنتی چلی جارہی تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کو تبلیغ فرماتے ان کے بتوں کی برائیاں بیان فرماتے ان کو جماد العقل اور ان کے ماننے والوں کو بے عقل قرار دیتے تو کفار مکہ غیض وغضب میں آکر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کے دکھ دیتے۔ کبھی گالیاں دیتے کبھی راستے میں کانٹے بچھاتے۔ کبھی راہ چلتے جسم اطہر پر خاک ڈالتے۔ کبھی حالت نماز میں کسی جانور کی اوجھ لاکر اوپر ڈال دیتے۔ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک اور کپڑے خراب ہوجاتے مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی چیرہ دستیوں کے باوجود ہر دکھ صبر وتحمل سے برداشت کرتے اور اپنی دھن میں اعلاء کلمۃ الحق میں مصروف رہتے۔ یہاں تک کہ جب آپ تبلیغ جاری رکھتے ہوئے ایام حج میں قبائل میں جاتے تو یہ لوگ پیچھے پیچھے آوازے کستے اور استہزاء کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے/ مستہزئین کا برا انجام' عبرت اور نشانی کے لیے لوگوں پر ظاہر کیا کیونکہ اللہ کے رسولوں کے بارے میں سنت یہی رہی ہے۔

"سنتہ من قد ارسلنا قبلک من رسلنا ولا تجد لسنتنا تحویلا"۲

(ان صاحبوں کے بارے میں ہمارا طریقہ رہا ہے جن کو ہم نے آپ سے پہلے رسول بنا کر بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اس طریقے میں تبدیلی نہیں پائیں گے۔)

آغاز عہد رسالت میں اسلام لانے والے لوگ طبع سلیم اور فطرت مستقیم رکھتے تھے۔ ان کے قلب و ذھن' دین فطرت اور مذھب ابراھیمی کی تلاش اور جستجو میں لگے رہتے تھے ۔ وہ اجمالی توحید' تقوی اور پاکیزہ اخلاق کا عقیدہ نہاں خانہ دل مین چھپائے بیٹھے تھے ۔ انہیں ایک رھبر' ایک ھادی اور ایک داعی کی ضرورت تھی جو ان کے قلوب کو تسکین دے سکے اور دماغوں کو روشن کرسکے۔ چنانچہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے زوجیت' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رفاقت' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آغوش تربیت اور حضرت زید بن حارثہ نے خدمت میں اخلاق مصطفوی کا بار بار امتحان کر لیا تھا اور وہ ھونے والے پیغبر کی صلاحیت' اھلیت' دیانت

امانت ' عفت وصداقت 'شوق عبادت اور مخلوق کی بے امتیاز خدمت کے جذبے ' پاکیزہ اخلاق اور حسن تعامل سے ایسے متاثر تھے کہ جب سرور کائنات فخر موجودات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایمان واسلام کی دعوت دی تو بے تامل لبیک کہہ اٹھے ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشرف با اسلام ہونے پر مسلمان خود کو طاقتور محسوس کرنے لگے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے ہی اسلام لا چکے تھے ۔ اس طرح آہستہ آہستہ عرب قبائل میں اسلام پھیلتا رہا تو سرداران قریش نے نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر ممکن مقاطعہ کا اعلان کردیا۔ اس پر تمام افراد بنو ھاشم ابوطالب کی سرپرستی میں شعب ابی طالب میں پناہ گزین ہوئے ۔ تین سال کا طویل اور صبر آزما زمانہ' ناگفتہ بہ حالات ' سخت ترین معاشی مشکلات اور معاشرتی مقاطعہ (سماجی بائیکاٹ) کا بنو ھاشم مثالی ہمت و حوصلے سے مقابلہ کرتے رہے اور یہ زمانہ آل ھاشم پر بہت سخت گزرا۔ بعد میں صحابہ کرام بتایا کرتے تھے جیسا کہ احادیث میں بھی مذکور ہے کہ ہم لوگ اس زمانے میں درختوں کے پتے کھاکر زندہ رہتے یا گزارہ کرتے تھے۔ حضرت سعد بن وقاص کا بیان ہے "کہ ایک دن جب میں بھوک سے سخت بے تاب تھا تو مجھے ایک چمڑہ مل گیا جو سوکھا تھا میں نے اسکو پانی سے دھویا صاف کیا ' آگ پر بھونا اور پانی سے کھایا"(۷) تین سال کے اس صبر آزما دور کے ختم ہونے پر بھی اہل ایمان کے حوصلے بلند اور ان کے ارادے مضبوط تھے۔

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرپرست اور غمخوار چچا ابو طالب جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک ظاہری سہارا تھے' نے حالات سے تنگ آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔

یا ابن اخی ان قومک قد جاؤنی فقالوا لی کذا و کذا للذی کانوا قالوا لہ' فابق علی وعلی نفسک ولا تحملنی من الامر ما لا اطیق قال فظن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قد بدا لعمہ فیہ بدو و انہ خاذلہ ومسلمہ وانہ قد ضعف عن نصرتہ والقیام معہ۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عم واللہ لو وضعوا الشمس فی یمینی والقمر فی یساری علی ان اترک ھذا الامر حتی یظھرہ اللہ او اھلک فیہ ما ترکتہ قال ثم استعبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبکی ثم قام فلما ولی ناداہ ابو طالب فقال اقبل یا ابن اخی قال فاقبل علیہ رسول اللہ علیہ وسلم فقال اذھب یا ابن اخی قال فاقبل علیہ رسول اللہ علیہ وسلم فقال اذھب یاابن اخی فقل ما احببت فو اللہ لا اسلمک لشئی ابدا"۔(۸)

(اے میرے بھتیجے تمہاری قوم میرے پاس آئی تھی اور انہوں نے وہی باتیں کیں جو وہ مجھ سے کہتے آئے ہیں تم مجھ پر اور اپنی ذات پر رحم کرو۔ مجھ پر اتنا بوجھ مت ڈالو جس کو میں برداشت نہ کرسکوں۔

"راوی کہتا ہے" کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذھن میں یہ بات آئی کہ کہیں ان کے چچا ان کو تنہا چھوڑ نہ دیں اور انہیں قوم کے حوالے نہ کردیں اور وہ آپ کی تائید کرنے سے قاصر رہ گئے ھوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے میرے چچا خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے دائیں ھاتھ پر سورج اور بائیں ھاتھ پر چاند رکھ دیں اور کہیں کہ میں اللہ کا دین ترک کردوں تو میں ھرگز ایسا نہیں کرونگا۔ یہاں تک کہ اللہ اس دین کو غالب کردے گا یا میں اس راستے میں مارا جاؤں گا۔ پھر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو چھلکنے لگے اور آپ رونے لگے۔ جب آپ واپس جانے لگے تو حضرت ابوطالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور کہا اے بھتیجے میری طرف دیکھو۔ آپ چچا کی طرف متوجہ ھوئے تو چچا نے کہا اے بھتیجے جاو تمھیں جو پسند ہے وہ کام کرو خدا کی قسم میں تمھیں کسی چیز کے بدلے ان کے حوالے نہیں کرونگا۔

مدینہ میں دو صحرا نشین قبائل اوس اور خزرج تھے۔ یہ قبائل اعتقادی اعتبار سے یہودیت سے کوسوں دور جاچکے تھے۔ بنو خزرج کے قبیلے کے لوگوں نے مکہ کے قریب آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مواعظ حسنہ کو سن کر بجا طور پر کہا اور کہا کہ یقیناً آپ وہی نبی ھیں کہ جن کے بارے میں ھمیں بشارت دی گئی ھے۔ مزید گفتگو کے بعد ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین متین کو قبول کرنے کا ارادہ ظاھر کیا۔ اس کے بعد جلد ہی مدینہ کے لوگوں کے ایک وفد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دی اور دین اسلام کو مانتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور مزید یقین دلایا کہ "اگر ھمارے اشراف بھی قتل کردیئے جائیں، ھمارے اھل وعیال پر تلواریں بھی برسیں، ھمیں تباھی میں جھونک دیا جائے اور سارا عرب بھی دشمن بن کر ھم پر پل پڑے تو ھم راہ حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں گے اور ھر طرح کے حالات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیں گے" (۹)

نور وبرکات کے اس عہد ساز موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بنی خزرج کے اس وفد کو بھرپور یقین دلایا کہ اے لوگو تمھارا دشمن میرا دشمن اور تمھارا دوست میرا دوست ھے۔ میرا جینا، مرنا تمھارے ساتھ ھے (۱۰)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے ان لوگوں کے ساتھ مصعب بن عمیر کو بھجوایا۔ اس ابتدائی بیعت میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد صرف چھ تھی لیکن کچھ عرصے بعد مدینے کے لوگوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ مدینے میں تعلیمات قرآنی خوشبو کی مانند پھیل رہی تھیں۔ وہاں حضرت مصعب بن عمیر کی تبلیغی سرگرمیاں بہت نتیجہ خیز ثابت ھوئیں تھیں۔ کبھی وہ باغوں میں پہنچ کر لوگوں کے

سامنے اسلام کی دعوت پیش کرتے اور کبھی کھیتوں میں، کبھی چوپالوں میں اور کبھی گھروں میں۔

جب انصار کے قبیلے نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اسلام لانے اور آپ کی اور آپ کے صحابہ کی مدد اور نصرت کرنے کی بیعت کرلی تو بہت سے مسلمانوں نے ان کی پناہ لی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ لوگ ہجرت کرکے مدینہ منورہ چلے جائیں اور اپنے انصاری بھائیوں سے جاملیں اور فرمایا۔ اللہ تعالی نے تمھارے بھائی بنا دیئے ھیں اور تمھیں ایسا گھر دیا ہے، جس میں تم لوگ امن سے رہ سکتے ہو' اس کے بعد مسلمان جماعتوں کی شکل میں مدینہ منورہ روانہ ھونے لگے۔ جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں اللہ تعالی کی طرف سے ہجرت کی اجازت کے منتظر رہے۔

مدینہ منورہ کی طرف ہجرت آسان نہ تھی کیونکہ قریش مکہ نے خوشی سے اسکی اجازت نہ دی تھی بلکہ وہ لوگ مکہ مکرمہ سے ہجرت کے راستے میں ہر ممکن روڑے اٹکاتے تھے اور ہجرت کرنے والوں کو طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا کرتے تھے۔ لیکن ان کی یہ "سوچ" مہاجرین کو ہجرت سے دست بردار نہ کر سکی اور انہیں زیادہ عرصہ مکہ مکرمہ میں نہ روک سکی۔ ان میں سے بعض صحابہ کو اپنے بیوی، بچے مکہ چھوڑنے پر مجبور کیا جاتا تھا اور بعض اکیلے ہجرت کرکے چلے جاتے تھے جیسے کہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ تھے اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ کو اس بات پر مجبور کیا جاتا کہ وہ اپنی زندگی بھر کی کمائی چھوڑ جائیں۔ حضرت صہیب رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ بھی یہی ھوا۔

اس طرح حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالی عنہ، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ، حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالی عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ، حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالی عنہ، حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ اور دوسرے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنھم نے ہجرت کی، جس کے نتیجے میں ہجرت کا سلسلہ چل پڑا اور مکہ مکرمہ میں ان لوگوں کے سوا جو قید وحبس میں تھے یا حضرت علی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی "عنھما کے سوا کوئی شخص باقی نہ رھا۔ جب قریش مکہ نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار مدینہ کی تائید ونصرت حاصل ہو گئی ہے جن پر قریش کا کوئی زور وتسلط نہیں ہے تو انہیں خطرہ محسوس ھوا کہ مبادا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ترک وطن کرکے مدینہ منورہ پہنچ جائیں جس کے بعد ان کے متعلق ان کی کوئی تدبیر کارگر نہ ھو سکے گی لہٰذا قریش مکہ آپ کے خلاف مشورہ کرنے کے لیے دارالندوہ (قصی بن کلاب کے گھر) میں جمع

ھوئے۔ وہاں اس تدبیر پر اتفاق ھوا کہ ھر قبیلے سے ایک زور وقوت والے نوجوان کا انتخاب کیا جائے۔ یہ سب لوگ ملکر یکبارگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ھو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کردیں تاکہ عبدمناف والے بیک وقت تمام قبیلوں سے جنگ نہ کرسکیں۔ اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کے اس مشورے سے آگاہ کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امانتیں حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے سپرد کیں' انہیں اپنے بستر پر لٹایا' مٹھی بھر مٹی اپنے ہاتھ میں لی اور سورة یسین کی یہ آیت **"فاغشینا ھم فھم لا یبصرون"** (پس ھم نے ان پر پردہ ڈال دیا سو وہ نہیں دیکھ سکتے) کی تلاوت فرمائی اور مٹی ان پر ڈالتے ہوئے باھر نکل گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی رفاقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور میں رہے' جہاں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالی عنھما آپ دونوں کے لیے کھانا لے کر آتی تھیں۔ گویا قریش کے سرداروں اور امیروں نے دعوت اسلامی کی مزاحمت کے لیے تشدد اور ظلم وستم کا راستہ اختیار کیئے رکھا۔ مسلمان ظلم سہتے سہتے بے حال ھو جاتے تھے اور بعض اوقات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی اپنے ساتھیوں پر ایسے ظلم کا نظارہ قابل برداشت نہ ھوتا تھا۔ مکہ میں دعوت اسلامی کے پروانوں کے لیے آزمائش کی بھٹی اتنی سخت گرم تھی کہ لوگ تڑپ تڑپ جاتے تھے اور رحمتہ اللعالمین سے ان کا یہ حال دیکھا نہ جاتا تھا۔ مصیبتوں کو برداشت کرنا اور راہ حق مین ھر تکلیف کو خوشی خوشی سہنا ھمارے لیے مثال اور نمونہ ہے۔

جب سرداران مکہ اور قریش کا ظلم وستم درندگی اور بربریت کی حد تک اتر آیا تو ۵ نبوی ۴۰ عام الفیل کو اسلام کے ان جانداروں اور پیروکاروں کے ایک اجتماع سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"لو خرجتم الی الارض الحبشہ فان بھاملکا لایظلم عندہ احد وھی ارض صدق حتی یجعل اللہ لکم فرجا مما انتم فیہ" (۱۱)

(اگر تم حبشہ کی سرزمین پر چلے جاو۔ وھاں ایک بادشاہ ہے' جس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں ھوتا اور بھلائی کی سرزمین ہے جبتک اللہ تمھاری اس مصیبت کو رفع کرنے کی کوئی صورت پیدا نہ کرے تم لوگ وہیں ٹھہرے رھو۔)

اسلام کے راستے میں سنت ابراھیمی پر چلنے کے لیے مسلمانوں کی پہلی کھیپ گیارہ مرد اور چار خواتین نے ماہ رجب ۵ نبوی میں حبشہ کی طرف ھجرت کی دوسرے سال ٦ نبوی میں دوسری بڑی ھجرت حبشہ کی طرف ہوئی تو اس میں کم وبیش ایک سو تین (۱۰۳) افراد تھے۔ یہ لوگ اپنے وطن' آزادی

قبیلے اور عزیز و اقارب کو چھوڑ کر حبش جیسے پردیس میں صرف نعمت ایمان کی خاطر چلے گئے۔ اس نعمت ایمان کے لیے یہ نعمت قربان کی جاسکتی تھی للذا دشمنان اسلام اور سرداران قریش کی تمام اسلام دشمن کوششیں بے سود رھیں۔ ان کے انسانیت سوز مظالم کے باوجود اسلام کا ننھا پودا برابر بڑھتا جاتا تھا اور مخالفت کی بادسموم پژمردگی کی بجائے اس کی شگفتگی اور مضبوطی کا سبب بن رہی تھی۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حبش کی طرف دو مرتبہ ھجرت کرنے کا حکم دیا جس کی تائید سورۃالنساء کی اس آیت مبارکہ سے ھوتی ھے۔

"والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریتہ الظالم اھلھا"۱۲۔

(کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں میں سے کچھ ھیں جودعا کر رھے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اس بستی سے باہر نکال، جس کے رھنے والے سخت ظالم ہیں۔)

آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ۱۳ نبوی ذی الحج میں مدینہ کو دارالھجرت بنا کر مدینہ کی طرف ھجرت کر گئے۔ سرداران قریش نے سرور عالم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور رفیق نبوت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرفتار کرکے لانے والے کے لیے سو اونٹوں کا انعام مقرر کیا تھا۔ اس قیمتی انعام کی ہوس میں سراقہ بن جعشم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں دوڑا لیکن ٹھوکر کھاکر گر پڑا۔ ترکش سے دو مرتبہ فال کے تیر نکالے جواب "نہیں" میں نکلا لیکن سواونٹوں کا معاوضہ ایسانہ تھا کہ تیروں کی بات مان لی جاتی تیسری مرتبہ فال نکالی مگر اس تجربے نے اسکی ھمت پست کردی۔ اب اسے یقین ہوگیا کہ یہ کچھ اور آثار ہیں۔ اس نے اسکی ھمت پست کر دی۔ اس نے احمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر قریش کے اشتہار کا واقعہ سنایا اور درخواست کی کہ مجھے امن کی تحریر لکھ دیجیئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر فرمان امن لکھ دیا ۱۳۔

ایک دوسری جگہ پر ھے کہ "حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک ٹھیکری پر کوئلے سے فرمان عافیت لکھ دیا اور دور سے ھی وہ ٹھیکری اسکی طرف پھینک دی ۱۴"

ربیع الاول بروز دوشنبہ ۱۴ نبوی بمطابق ۲۳ ستمبر قبا نامی بستی کو قدم بوسی کا شرف عطا فرمایا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر بیشمار آنکھیں ھجرت کی اطلاع سے دیدار کی پیاسی تھیں اور ان گنت دل روئے انور کی ضیاء باری اور آفتاب نبوت کی شعاعوں کی روشنی حاصل کرنے کے لیے بے تاب تھے۔ سرور کائنات نے تشنگان دید کی آنکھوں کو نور لور بے تابان زیارت کے دلوں

کو سرور بخشا۔ قباء میں نزول کے بعد آپ نے وہاں مسجد کی بنیاد رکھی۔ جسکی تائید اس حدیث نبوی سے ہوتی ہے۔

"قال ابن النجار کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نزل بقباء فی منزل کلثوم بن الھدم واخذ مربدہ فاسسہ مسجدا وصلی فیہ ولم یزل ذلک المسجد یزورہ صلی اللہ علیہ وسلم لم تزل الصحابۃ تزورہ وتعظمہ" (۱۵)

(ابن نجار کہتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں کلثوم بن ہدم کے گھر اترے وہاں ایک میدان میں گئے وہاں ایک مسجد کی بنیاد رکھی اور اس میں نماز پڑھی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل اس مسجد میں تشریف لے جاتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم بھی مسلسل اس مسجد میں جاتے تھے اور اس مسجد کی عظمت کا خیال رکھتے تھے۔)

اس مسجد کی شان میں یہ آیت کریمہ بھی وارد ہوئی۔

"لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المطھرین" (۱۶)

(البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقوی پر رکھی گئی ہو (مراد مسجد قبا) وہ واقعی اس لائق ہے کہ آپ اس میں (نماز کے لیے) کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالی خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے)

قباء میں چار روز قیام کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز مدینہ شریف روانہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی ذی صلب کی مسجد میں نماز جمعہ بمعہ خطبہ ادا کی۔ بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف قبائل سے گزرتے ہوئے بنی عدی بن نجار میں جا پہنچے اور آپ کی ناقہ محلہ مالک بن نجار میں اس جگہ بیٹھی جہاں اب مسجد نبوی ہے۔

فرزند آمنہ اور جگر گوشہ عبداللہ سید البشر فخر بنی آدم خاتم الانبیاء جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ جب مدینہ میں داخل ہوئے بچیاں مسرت سے دف بجاتی ہوئیں اپنے محبوب و محترم رسول پاک کا ان اشعار سے خیر مقدم کر رہی تھیں۔

"طلع البدر علینا	**من ثنیات الوداع**
وجب الشکر علینا	**مادعا للہ داع**
ایھا المبعوث فینا	**جئت بالامر المطاع" (۱۷)**

(ہم پر ثنیۃ وداع کی گھاٹیوں سے چودھویں کا چاند نکل آیا۔ ہم پر اس وقت تک اللہ کا شکر واجب

ہے جب تک کوئی اللہ تعالی کے لیے بلانے والا ہے۔ اے وہ نبی جو ہماری طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ پیغام لے کر آئے ہیں جو قابل اطاعت ہے۔)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر یہاں کے لوگوں کے دل ایمان سے معمور اور ان کے ذہن نور ایمان سے روشن تھے۔ اللہ کی رضا اور رسول کی اطاعت ومحبت ان کی رگ رگ میں خون کی طرح دوڑ رہی تھی۔ ان کی زندگی دین کے لیے وقف تھی۔ سرکار دو عالم نے مدینہ میں تشریف فرما ہوتے ہی انصار اور مہاجرین میں بھائی چارے کا رشتہ قائم کیا اور ایک طرف مہمان نواز انصار اللہ کے رسول اور ان کے مہاجر رفقاء پر قربان تھے انصار کا مال ودولت' جو کچھ تھا' نخلستان تھے۔ روپے پیسے اس زمانے میں نہیں ہوتے تھے انہوں نے ہی آخر الزمان صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے درخواست کی کہ یہ باغ ہمارے بھائیوں میں برابر تقسیم کر دیئے جائیں۔ مہاجرین تجارت پیشہ تھے اور اس وجہ سے کھیتی باڑی کے فن سے بالکل نا آشنا تھے۔ اس بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے انکار کیا۔ انصار نے کہا کہ سب کاروبار ہم خود انجام دے لیں گے جو کچھ پیداوار ہوگی اسمیں نصف حصہ مہاجرین کا ہوگا۔ مہاجرین نے اسے منظور کیا۔ پسینے کی جگہ خون بہانے کو آمادہ' ان کی آبادکاری' آرام وراحت کے لیے ہر وقت سرگرم عمل' مال جائیداد' گھریلو سازوسامان اور بیویوں کو بعد از طلاق مہاجرین کا گھر آباد کرنے پر تیار تھے۔ تو دوسری طرف مہاجرین جلد از جلد اپنے پاوں پر کھڑے ہونے' معاشی طور پر خود کفیل ہونے اور انصار بھائیوں کی احسان مندی سے آزادی کی کوشش کر رہے تھے۔ اگر طلف انصار ایثار و قربانی مدد واعانت کے لیے بے قرار تو دوسری طرف مہاجرین جلد از جلد احسان کی گراں باری سے رھائی کے لیے وقف عمل تھے۔ نیتجتاً تھوڑے ہی عرصے میں مہاجرین نے اقتصادی مشکلات پر قابو پالیا۔ انصار ومہاجرین کی یہ مثال اس فرمان الہی کی تعمیل تھی۔

"ان الذین امنو ھاجروا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ والذین اوو ونصروا اولئک بعضھم اولیاء بعض۱۸"

(بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے رہنے کو جگہ دی اور مدد کی۔ یہ لوگ باہم ایک دوسرے کے وارث ہوں گے)

یہ مثال مسلمانان عالم کے لیے دعوت فکر اور سامان عبرت ہے۔ آج ان میں علاقائی' لسانی اور قبائلی شدید رجحانات پائے جاتے ہیں۔ ہجرت فی الواقع بہت مشکل کام ہے۔ اس لیے جو لوگ اپنی عزیز ترین اشیاء چھوڑ کر' گھر بار لٹا کر' ملک ووطن کو خیرباد کہ کر عزیز واقارب سے ترک تعلق کرکے بے سہارا

اور بے یارومددگار ہو کر ہجرت کے لیے قدم اٹھاتے ہیں' وہ فی الحقیقت اس بات کے مستحق ہیں کہ انہیں ان کی قربانیوں کے شایان شان اجر دیا جائے گا۔ چنانچہ قرآن پاک نے مہاجرین کے لیے اجر عظیم کی خوشخبری ان الفاظ میں دی ہے۔

"یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا۱۹"

(کہ انہیں اللہ کا فضل اور خوشنودی حاصل ہوگی)

اسی طرح سورہ آل عمرآن میں ہے۔

"لاکفرن عنھم سیاتھم واللہ عندہ حسن الثواب"(۲۰)

(اللہ تعالی ان کی برائیوں اور سیئات کو مٹادے گا اور دنیا میں بھی اچھا ٹھکانہ عطا فرمائے گا۔)

ہجرت' دعوت اسلامی کی مقرر کردہ منازل میں سے ایک دائمی اور حقیقی منزل ہے اور اسکے مراحل میں سے ایک عظیم الشان مرحلہ ہے۔ آپ نے مکہ کی ایک چھوٹی سے بستی میں تیرہ سال گزارے تاکہ وھاں کا ایک فرد بھی دعوت کی خبر' اسکی نوعیت حقیقت' نتائج اور قبولیت سے بے خبر نہ رہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی کی اصل اور منتہائے مقصود صرف اسلام کی سربلندی اور کامرانی تھی۔ اس پورے عرصے میں آپ تن' من' دھن سے بکھرے ہوئے لوگوں کو اتحاد کی لڑی میں پرونے' پرانی رقابتوں اور عصبیتوں کو مٹانے سب لوگوں میں سگے بھائیوں جیسی اخوت بیدار کرنے' نفرتیں اور کدورتیں دور کرکے انسان کیساتھ پیار کے جذبے کو بیدار کرنے' جہالت کے زمانے کی تمام سماجی برائیوں کو ختم کرنے اور بت پرستی کے ہر نقش باطل کو حرف غلط کی طرح مٹادینے کی کوششوں میں لگ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری مدنی زندگی اسی مقصد عظیم کے حصول میں گزری لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین بھی آخری دین اور پوری انسانیت کے لیے راہنمائی اور ھدایت کا ذریعہ ہے۔ اگر یہ دین بھی اپنی شان اور خصوصیت کے ساتھ نافذ نہ ھوتا تو پوری انسانیت گمراہی کا شکار ھو جاتی۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دین اسلام کے نفاذ کے سلسلے میں' تبلیغ دین میں لوگوں سے کبھی ترش روئی اور بے رخی نہیں برتتے تھے۔ کبھی دعوت پیش کرنے میں بے پروائی اور بے نیازی نہیں دکھاتے تھے۔ حق سے بے نیاز لوگوں کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعوت پیش کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ البتہ دعوت عام پیش کرنے میں کوئی کمی یا کوتاہی نہیں کرتے تھے۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز عمل کو قرآن نے اسطرح بیان فرمایا ہے۔

"فذکر انما انت مذکر لست علیھم بمصیطر"۲۱

(پس اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نصیحت کیجئے جاو آپ بس نصیحت ہی کرنے والے ہیں۔ کچھ ان پر جبر کرنے والے نہیں۔)

تبلیغ دین میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صفت کو خود قرآن پاک نے بھی سورہ آل عمرآن میں ذکر فرمایا ہے۔

"فبما رحمتہ من اللہ لنت لھم لو کنت فظا غلیظ القلب لا نفضوامن حولک" ۲۲

(اے نبی یہ اللہ کی رحمت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے لیے نرم خو ھیں ورنہ اگر آپ درشت خو اور سنگدل ھوتے تو یہ سب لوگ آپ کے گرد وپیش سے چھٹ جاتے۔)

ایک دوسری جگہ فرمایا۔

"ادع الی سبیل ربک بالحکمہ والموعظتہ الحسنتہ وجادلھم بالتی ھی احسن ۲۳"

(آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعے سے بلا یئے اور (اگر بحث آن پڑے تو) ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئیے)

ھجرت کامیابیوں' کامرانیوں اور فتح مندیوں کا سب سے بڑا باب ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکیمانہ اقدام سے اسلامی تحریک کے لیے جو تبلیغی اوردعوتی فوائد سامنے آئے اس میں پہلا فائدہ یہ تھا کہ اسلامی تحریک کو صدر مقام مدینہ تبلیغ کے مرکز کے طور پر مل گیا۔ جسمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سربراہ کی حیثیت حاصل تھی۔ اسلامی تحریک کے لیے مسلمانوں میں جو ضعف وکمزوری کے آثار تھے اس کی جگہ مسلمانوں میں قوت وطاقت پیدا ھوگئی۔ مسلمانوں پر مظلومیت اور جسمانی تشدد کا دور ختم ھوگیا۔ ھجرت سے پیدا ھونے والی کشمکش کے نتیجے میں مسلمانوں کو مکمل فتح ونصرت حاصل ھوئی اور اسلام ایک عالمگیر قوت اور برادری کی حیثیت سے دنیا کے سامنے آگیا۔ گویا ھجرت نے اسلام کی کامیابی کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کیا اور وہ وقت آگیا' جس کے بارے میں فرمایا گیا تھا کہ

"یدخلون فی دین اللہ افواجا ۲۴"

(آپ لوگوں کو اللہ کے دین (یعنی اسلام) میں جوق درجوق داخل ھوتا دیکھ لیں۔

ھجرت مسلمان کا امتحان' مومن کے لیے عزیمت اور کفار کے لیے ھزیمت ہے۔ جبتک حق وباطل اور کفرواسلام کا مقابلہ نہ ھو' حق کو باطل سے ٹکرایا نہ جائے تو مطلوبہ نتائج برآمد نہیں ہوتے۔ حق کو باطل سے ٹکرانے کے مرحلے سے پہلے کا مرحلہ ھجرت ھی ھوتا ہے۔ گویا ھجرت باطل کے تسلط سے بغاوت کرکے خدا کی بندگی اختیار کرنے کا کھلم کھلا اعلان ہے اور ھجرت باطل کے مقابل مورچہ بندی ہے۔

ہجرت نے جہاد کا راستہ صاف کیا اور جہاد نے غلبہ دین کا' گویا ہجرت جہاد کا دروازہ ہے۔ مکہ کے تیرہ (۱۳) سالہ قیام میں جہاں ہجرت سے پہلے ایک بھی معرکہ جہاد برپا نہیں ہوا تھا۔ وہاں ہجرت کے بعد صرف نو سال کی مدت میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بیاسی (۸۲) معرکے فرمائے اور اٹھائیس (۲۸) معرکوں میں تو خود بہ نفس نفیس تشریف لے گئے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ جہاد کے ساتھ ہجرت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

ہجرت نبوی ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ جسطرح مہاجرین وانصار نے قبائلی' خاندانی مقامی اور غیر مقامی تمام امتیازات کو بھلا کر' اسلامی اخوت کے رنگ میں رنگ کر ایک دوسرے کی بڑھ چڑھ کر مدد کی وہ آج بھی مسلمانوں کے مسائل کے حل میں قابل قدر راہنمائی کر سکتی ہے۔ ہم ذرا سی دنیاوی کامیابی کے لیے تعصب اور فرقہ آرائی کو ہوا دے کر مسلم خون اور آبرو کو برباد کرنے لگتے ہیں۔
ہجرت کا یہی سبق ہے کہ رضائے الہی اور دین وایمان کو تمام دوسرے تقاضوں پر برتری حاصل ہو۔

ہجرت نفاق کا شافی علاج ہے۔ ہجرت سے مواخات اور بھائی چارہ قائم ہوتا ہے۔ ہجرت سے معاشی مسائل حل ہوتے ہیں اور زندہ رہنے کا حق ملتا ہے۔

فوری اثرات

ہجرت کا سب سے پہلا اور فوری اثر یہ ہوا کہ رنگ' نسل' خون اور علاقائی عصبیتیں ختم ہو گئیں۔ تمام امتیازات اور مفاخرات مٹ گئے۔ آپس میں یگانگت اور یکجہتی پیدا ہو گئی اور مہاجرین اور انصار کے درمیان رشتہ اخوت پیدا ہوا۔

ہجرت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود مدینہ کے ساتھ معاہدہ امن طے کیا۔ معاہدے کی ایک شق کے مطابق' کہ فریقین کے درمیان فساد یا جنگ کی صورت میں حتمی فیصلہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم صادر فرمائیں گے' سے مسلمانوں کی حیثیت اور مرتبہ بلند ہو گیا۔

ہجرت کا تیسرا اثر مکہ مکرمہ پر یہ ہوا کہ مسلمانوں کو اہل مکہ کے ساتھ نبرد آزمائی کا موقع ملا اور جزیرہ نمائے عرب میں اسلام کا نفاذ ہوا۔ ہجرت کے عالمگیر اثرات بھی ظاہر ہوئے۔ اسلام سے تصورات کی دنیا میں انقلاب آگیا کیونکہ اسلام سے قبل تمام دنیا میں افکار ونظریات کا دور دورہ تھا۔ لہذا دنیا کے ہر گوشے میں اصلاح کی صورت پیدا ہوئی۔ چونکہ اسلام نے پہلی بار صحیح معنوں میں حقوق انسانی کی بات کی اور پھر یہ کہ رسول رحمت نے منشور انسانی دیا۔ اس سے احترام آدمیت پیدا ہوا۔
اسلام نے انسان کو معراج علم وتحقیق سے نوازا۔ گویا جہاں ہجرت کے نتائج ظاہر ہوئے وہاں اسکے فوری اثرات بھی نمایاں ہوئے

حوالہ جات

۱) امام احمد بن حنبل، مسند احمد۔ ج ۶، ص ۵۴۔

۲) القلم، آیت ۴، ۶۸

۳) ابن درید، جمہرۃ اللغتہ، الجزء الثانی۔ ص ۸۷۔ الطبعتہ الاولی مطبع مجلس دائرہ المعارف العثمانیہ الکائنتہ حیدر آباد دکن۔ ۱۳۴۵ھ۔

۴) النساء۔ آیت ۴، ۱۰۰

۵) امام بخاری، صحیح البخاری۔ الجزء الاول۔ ص ۲۔ کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی۔ الطبعتہ الثانیتہ ۱۳۸۱ھ - ۱۹۶۱ء

۶) بنی اسرائیل، ۱۷، ۷۷۔

۷) برکت علی، سیرت حبیب - ص، ۱۷۷۔ بک کارنر پبلیشرز جہلم، سن طباعت ندارد۔

۸) عبدالملک بن ہشام، سیرت النبی علیہ الصلواۃ ص ۲۴۴-۲۴۵ الطبعتہ الاولی بالمطبعتہ الخیریتہ ۱۳۲۹ھ۔

۹) سید اسعد گیلانی، حضو اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ہجرت۔ ص، ۵۰۔ مطبع ایچ فاروق ایسوسی ایشن لمیٹڈ، لاھور۔

۱۰) ار-وی-سی بوڈلے، محمد رسول اللہ۔ تلخیص وترجمہ۔ محمد علی چراغ، ص، ۱۰۲۔ آر، آر پرنٹرز۔ لاھور۔ ۱۹۸۸ء

۱۱) عبدالملک بن ہشام، سیرت النبی علیہ الصلوۃ ص ۲۹۱، ۲۹۲۔

۱۲) النساء، آیت ۴، ۷۵

۱۳) ابن حجر عسقلانی فتح الباری، الجزء السابع (مناقب الانصار) ص، ۲۴۲ دارنشر الکتب الاسلامیہ ۱۴۰۱ھ، ۱۹۸۱ء۔ لاھور۔

۱۴) سید محمد اسماعیل، رسول عربی اور عصر جدید۔ ص ۲۳۴۔ ایجوکیشنل پریس طبع اول اکتوبر ۱۹۲۹ء

۱۵) علامہ الحسینی الشافی السمھودی، وفاء الوفاء۔ الجزء الثانی ص ۲۴ مطبعتہ الاداب

والمؤید مصر۔ ۱۳۲۶ھ۔

۱۶) التوبہ، ، ۹، ۱۰۸۔

۱۷) السمہودی، وفاء الوفاء الجزء الثانی ص، ۲۷۶ھ۔

۱۸) علامہ نور بخش توکلی، سیرت رسول عربی۔ ص، ۱۰۸ (شرکت حنفیہ لیمیٹڈ گنج بخش روڈ۔ لاهور۔

۱۹) الانفال۔ ، ۸، ۴۷

۲۰) الحشر، ، ۵۹، ۸۔

۲۱) الاعلیٰ، ، ۸۷، ۲۲۔

۲۲) آل عمرآن، ، ۳، ۱۵۹۔

۲۳) النحل، ، ۱۶، ۱۲۵۔

۲۴) النصر، ، ۱۱۰، ۲۔